مولانا حیدر علی مینوی
استاذ دارالعلوم رحمانیہ، مینی۔ تحصیل ٹوپی۔ ضلع صوابی

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالرحمٰن المینویؒ

[ڈاکٹر محمود احمد غازیؒ کے استاذ حدیث]

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالرحمٰن المینویؒ نے ضلع صوابی (صوبہ پختونخواہ) کے ایک دور افتادہ خوبصورت گاؤں ''مینی'' میں آنکھیں کھولیں جہاں کوہ مہابن کا پرشکوہ نظارہ دکھائی دیتا ہے۔ یخ بستہ ہوائیں کوہ مہابن کی فلک بوس و برف پوش چوٹیوں سے پھسل کر اس گاؤں میں اترتی ہیں۔ یہاں ٹھنڈے پانی کے بل کھاتے چشمے، مالٹے اور خوبانی کے باغات کو سیراب کرتے ہوئے گزرتے ہیں۔ اس چھوٹے سے قصبے کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ سید احمد شہیدؒ اور ان کے ساتھیوں کے قافلے یہاں آ کر رکے اور اس کی زمین شہیدوں کے لہو سے لالہ زار بنی۔

حضرت موصوف کا شمار دارالعلوم دیوبند کے ان فضلا میں ہوتا ہے جن کی حیات مستعار کا ایک ایک لمحہ علم حدیث کے لیے وقف تھا۔ فراغت کے بعد آپ نے ایک مشہور ادارے دارالعلوم میرٹھ سے تدریس کی ابتدا کی اور پہلے ہی سال سے آپ کو حدیث پڑھانے کا شرف حاصل ہوا جو بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتا ہے۔ اس کے بعد تا دم واپسیں آپ کے لیل و نہار اسی میں گزرے۔ ہندوستان سے واپسی پر آپ نے ملک کے بڑے بڑے اداروں میں حدیث کی خدمت کی۔ دارالعلوم چارسدہ، خیر المدارس مردان، جامعہ اسلامیہ اکوڑہ خٹک میں پڑھاتے رہے، پھر مولانا غلام اللہ خانؒ کے شدید اصرار پر تعلیم القرآن راولپنڈی چلے آئے اور زندگی کے آخری دس سال یہیں گزارے۔ اس دوران میں اس چشمہ فیض سے ہزاروں طلبہ سیراب ہوئے اور اپنی اپنی بساط کے مطابق اکتساب علم کر کے اپنے علاقوں کو لوٹ گئے۔ درس کی عظمت اور وقار کا یہ عالم ہوتا تھا کہ اگر درس کبھی زیادہ طویل ہو جاتا تو بھی طلبہ انتہائی مشقت کے باوجود ایک ہی انداز میں بیٹھے رہتے۔ عموماً دائیں ہاتھ کی ہتھیلی سے زمین پر ٹیک لگانے کی عادت تھی۔

احناف کے دلائل ذکر کرتے وقت قرون سابقہ کا منظر ہوتا۔ حیرت انگیز حافظے کے مالک تھے۔ آپ کے شاگرد ڈاکٹر مولانا محمود احمد غازیؒ فرماتے ہیں: ''حضرت پڑھاتے وقت جب کسی جگہ استشہاد کے لیے حافظ ابن حجرؒ یا علامہ عینی کی لمبی لمبی عبارات پڑھتے تو اس وقت خیال ہوتا کہ روایت بالمعنی کے طور پر پڑھتے ہوں گے، لیکن فراغت

کے بعد جب عبارات کا اصل مراجع سے تطابق کیا تو تعجب کی انتہا نہ رہی، عبارات میں من وعن الفاظ ہیں۔''

حضرت شیخ کے لیل ونہار عمومی طور پر درس وتدریس میں گزرے اور اس میدان میں آپ نے شاگردوں کی ایک پوری جماعت تیار کی، تاہم تصنیف وتالیف کے میدان میں بھی آپ کے کچھ نقوش موجود ہیں جن سے آپ کی یاد تازہ رہے گی۔

۱۔ اصول حدیث پر نہایت وقیع کتاب ''جواہر الاصول'' آپ کی گراں قدر تصنیف ہے۔ یہ کتاب پہلی بار راولپنڈی سے آپ کی زندگی ہی میں شائع ہوئی تھی۔ کتاب کے متعلق علامہ شمس الحق افغانیؒ فرماتے ہیں: ''فقد طالعت الرسالة المسماة بجواهر الاصول لمولفها العلام الجامع المعقول والمنقول والحاوی للفروع والاصول الشيخ المحدث عبدالرحمن المينوی''۔

علامہ عبدالرحمٰن کیمل پوریؒ فرماتے ہیں: حضرت مولانا عبدالرحمٰن مینوی، شیخ الحدیث دار العلوم چارسدہ کو بعض بعض مقامات سے دیکھا۔ حضرت موصوف علمی طبقہ میں خاص شہرت کے مالک ہیں۔ آپ نے نہایت عرق ریزی سے اس باب میں سعی فرما کر بکھرے ہوئے موتیوں کو یکجا جمع کر دیا ہے اور اہل علم پر عظیم احسان فرمادیا ہے۔''

مفتی اعظم مفتی محمد شفیع فرماتے ہیں: ''وبعد فانی رايت الرسالة الغراء جواهر الاصول من مواضع عديدة فوجدتها بحمدالله حافلة لما لا بد منه''۔

۲۔ بخاری شریف کے ابتدائی تین ابواب پر ''الکوثر الجاری علیٰ ریاض البخاری'' کے نام سے دوجلدوں میں آپ کی شرح ہے۔ اس شرح کی خصوصیت یہ ہے کہ احناف کے مذہب کو نہایت عمیق اور منطقی استدلال سے حل فرماتے ہیں۔ منطقی علوم میں حضرت کو امامت کا درجہ حاصل تھا۔

۳۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی میراث والی روایت پر ایک مستقل رسالہ ''فیضان الباری فی حدیث ابن الحواری'' لکھا ہے۔ قاضی شمس الدینؒ نے الہام الباری میں اس حدیث کی تشریح میں جو تقسیم ذکر کی ہے، اس تقسیم پر حضرت شیخ کے کچھ تحفظات تھے جس کی وجہ سے آپ نے یہ رسالہ لکھا۔ (چند سال پہلے راقم نے اس مسودہ کو شائع کیا تھا۔)

۴۔ شد الرحال اور زیارات قبور پر بھی ایک اہم کتاب حضرت نے لکھی تھی۔ افسوس یہ ہے کہ اس کا اصل مسودہ دریافت نہ ہو سکا۔ حضرت کی ذاتی لائبریری میں مجھے اس کتاب کا ایک کتابت شدہ نسخہ مل گیا، لیکن عرصہ دراز گزرنے کی وجہ سے اس کی لکھائی بہت مدھم ہوگئی ہے جس کی وجہ سے اسے پڑھنا دشوار ہے۔

۵۔ آپ کے ترمذی شریف کے افادات پر علاقہ دیر کے جناب مولانا اعزاز علی، پی ایچ ڈی کے لیے ''سنن ترمذی پر مولانا عبدالرحمٰن المینوی کے علمی کام کا تحقیقی جائزہ'' کے عنوان سے پشاور یونیورسٹی کے شعبہ اسلامیات کے تحت اپنا مقالہ لکھ رہے ہیں۔ یہ تقریر تقریباً ساڑھے سات سو صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کے علاوہ صحاح ستہ پر

آپ کے انتہائی جاندار اور محدثانہ افادات بھی آپ کے شاگردوں کے پاس محفوظ ہیں۔ حضرت شیخ کے ایک شاگرد مولانا اویس (سابق چیئرمین اسلامی ثقافت ڈنمارک) نے ان افادات پر کام کیا تھا جس کے لیے حضرت سے مسلسل رابطہ بھی رہا۔ نہ معلوم کن وجوہات کی بنا پر یہ کام ادھورا رہ گیا۔

مولانا کا اسلوب تدریس انوکھی شان کا ہوتا تھا۔ مشکل سے مشکل مقام کو آپ اتنی خوبی سے سمجھاتے کہ طالب علم کے سامنے سبق کا خلاصہ اور مغز تو آ ہی جاتا، متعلقہ بحث میں گہری بصیرت بھی حاصل ہو جاتی تھی۔ طریقہ یہ ہوتا کہ کسی بات کو شروع کرتے تو فرماتے:

اس باب میں دس عنوانات ہیں: عنوان اول: امام بخاری نے یہاں تین ابواب قائم کیے ہیں۔ ۲۔ ان تین ابواب سے امام بخاریؒ کی غرض۔ ۳: دوسرے باب پر وارد اشکال کا حل۔ ۴: سند کا بیان۔ ۵: چند اہم سوالات کا جواب۔ ۶: ان تعبدالله كانك تراه میں درجات شرک کا بیان۔ ۷: احسان کا لغوی اور اصطلاحی معنی۔ ۸: ملائکہ پر ایمان کا مطلب۔ ۹: قیامت کی لغوی اور اصطلاحی تعریف۔ ۱۰: آیت پر وارد اشکال کا حل۔

ہر کتاب میں عنوانات کا یہ سلسلہ رہتا۔ اس اسلوب پر لکھنا شاید آسان ہو، لیکن دوران درس میں اجمال وتفصیل کے عنوانات کو لف نشر مرتب کے ساتھ بیان کرنا غیر معمولی حافظے کا پتہ دیتا ہے۔

حضرت مولانا کے اساتذہ میں سب سے پہلا نام تو شیخ العرب والعجم مولانا حسین احمد مدنیؒ کا ہے۔ آپ کے دوسرے اساتذہ میں شیخ الادب مولانا اعزاز علیؒ، مولانا ابراہیم بلیاویؒ، مفتی ریاض الدین بجنوریؒ وغیرہم ہیں۔

۱۹۷۰ء میں کینسر کے مرض میں مبتلا ہو کر حضرت شیخ اس دار فانی سے رخصت ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مقدور ہو تو خاک سے پوچھوں کہ اے لئیم　　　تو نے وہ گنج ہائے گراں مایہ کیا کیے

ماهنامه "الشريعه" کی خصوصی اشاعت

بیاد: امام اہل سنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدرؒ

(دوسرا ایڈیشن، متعدد اضافوں اور نئی ترتیب کے ساتھ)

[صفحات: ۱۰۰۰۔ قیمت: ۵۰۰ روپے]

بذریعہ ڈاک طلب کرنے کے لیے حافظ محمد طاہر (0334-4458256) سے رابطہ کیجیے۔